جلد04، شمارہ01، جون2023

مسئلہ ء"بروز" اور فکر اقبال: تحقیقی مطالعہ

The Problem of ‘’Brooz’’ and Thought of Iqbal: An Exploratory Study

ڈاکٹر سید شیراز علی زیدی

شعبہ اقبالیات, علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Dr. Syed Sheraz Ali Zadi
Department Iqbaliyat, Alama Iqbal Open University, Islamabad

p ISSN: 2789-4169

e ISSN :2789-6331

Received: 14-5-2023
Accepted:
Online:

Copyright: © 2023 by the authors. This article distributed under open-accessis an the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: Founder of Qadianism claims that he is Buruzi Prophet and due to be a Buruzi prophet his prophethood did not affect the Finality of Prophet Muhammad (Peace be upon him). His philosophy was that because shadow never separate form origin that is why as Prophet his finality is the finality of Prophet Muhammad (peace be upon him). In iqbal’s opinion word Buruze, Zil, Hulul were popularized among Muslims under pre–Islamic Magian concepts. Iqbal’s Writings shows that he was searching for the origin of this word and was not convinced about historical reality of this word till the end. However, he condemned the claim of Mirza Gulham Ahmed on logical basis. Dr. whaeed Ishrat wrote an article on this issue, but he tried to distort Iqbal’s position in his article and attacked great Muslim Sufis and Muslim school of thoughts under the shadow of Iqbal. In this article, Iqbal’s position on Buruziat has been explained in the light of facts.

کلیدی الفاظ: بروز، بروزیت، اقبال، ابن عربی

مرزا غلام احمد قادیانی نے مختلف اوقات میں مصلح، مجدد، مسیحؑ موعود، مہدیؑ(1) نبی, نبی کا ظل اور بروز ہونے کے دعوے کیے۔ قادیانیت کی تاریخ اور فلسفے پر بہت سے مباحث ہو چکے ہیں اور ان پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اقبال اور قادیانیت کے حوالے سے بھی کافی کام ہوا ہے اور اس پر بہت سا مواد دستیاب ہے۔ تاہم بروزیت کے حوالے سے فکرِ اقبال کو کم موضوع بنایا گیا ہے۔ اقبال کے برادرِ بزرگ شیخ عطا محمد مرزا غلام احمد کے مقلدین میں سے تھے۔ خود اقبال بھی آغاز میں دوسرے مسلمانوں کی طرح غلام احمد کے جذبہء تبلیغ واصلاح کو بہ نظرِ تحسین دیکھتے تھے۔ انھوں نے خطبے۔ "ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر" میں پنجاب میں قادیانیوں کو اسلامی سیرت کا ٹیٹھ نمونہ قرار دیا ہے۔(2) اس کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت کے افراد کی ظاہری وضع قطع مغرب سے متاثرہ طبقے کی نسبت ہندوستان کی اسلامی تہذیب سے زیادہ قریب تھی، یعنی چہرے پر داڑھی سر پہ پگڑی اور مقامی لباس وغیرہ کی بدولت پکے مسلمان نظر آتے تھے۔(3) لیکن یہ بات معلوم شدہ ہے کہ بعد ازاں جب قادیانیوں کے عقائد کھل کر سامنے آئے اور اقبال نے ان عقائد کو اسلام کی بنیادی روح سے متصادم پایا تو وہ اس فرقے یا تحریک کے سب سے بڑے مزاحم کے طور پر سامنے آئے اور انھوں نے نہ صرف سیاسی اور معاشرتی طور پر اسے رد کیا بل کہ علمی طور پر بھی مدلل ارتداد کیا۔(4)

شیخ اعجاز نے "مظلوم اقبال" میں اقبال کے اس بیان پر تنقید کی ہے جس میں اقبال نے قادیانیت سے اپنی بے زاری اور بغاوت کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ مرزا قادیانی نے بانیِ اسلام ﷺ کی نبوت سے برتر نبوت کا دعوا کیا۔ شیخ اعجاز کے مطابق، نہ مرزا قادیانی نے ایسا کوئی دعوا کیا اور نہ ہی کوئی قادیانی، احمدیہ سلسلے کے بانی کے رسالت مآب ﷺ سے برتر ہونے پر یقین کرتا ہے۔ قرآن کریم کے مطابق حضور رسالت مآب ﷺ کی ختم نبوت پر یقین تمام احمدیوں کا جزوِ ایمان ہے۔ مرزا قادیان کے حضور ﷺ کی نبوت سے برتر نبوت دعوے کا بہتان احراریوں اور علامہ کے حاشیہ نشینوں نے ان کے عشق رسول ﷺ سے فائدہ اٹھا کر، احمدیوں کے خلاف بھڑکانے کے لیے تراشا تھا۔(5) شیخ اعجاز کے اس بیان کے مطابق ،احمدیوں کے ختم نبوت ﷺ پر ایمان کے حوالے سے "بروزیت" اور علامہ کے اس عقیدے کے بارے میں موقف کی اہمیت کچھ اور بڑھ جاتی ہے۔ آئندہ سطور میں اسی موقف پر روشنی ڈالی جائے گی۔

مرزا غلام احمد قادیانی (1908ء-1839ء) ابتدا میں کمپنی کے پادریوں سے مسلم عقائد پر مناظرے کرتا تھا۔ اسی سے اس نے شہرت حاصل کی۔ سامراجی حکومت نے اسے جہاد کے خلاف فتوے دینے کے لیے پروان چڑھایا اور اس نے مجدد و مصلح سے بڑھ کر مسیح موعود، مہدی آخر الزماں اور پھر نبی کا بروز اور نبی کے دعوے کر دیے۔ قادیانی نے "روحانی خزائن" کی اٹھارویں جلد "نورِ حق" میں دعوا کیا ہے کہ اسے نبی اور رسول پکارے جانا قابلِ اعتراض بات نہیں ہے کیوں کہ بروزی طور پر وہ خاتم الانبیا ہے اور خدا نے بیس سال پہلے اسے رسالت مآب ﷺ کا وجود قرار دے کر "براہینِ احمدیہ" میں اس کا نام محمد اور احمد رکھا ہے۔ اس لیے حضور ﷺ کے خاتم الانبیا ہونے سے اس کی نبوت میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوا

جلد04، شمارہ01، جون 2023

کیوں کہ ظِل اپنے اصل سے جدا نہیں ہوتا اور وہ ظلی طور پر (نعوذ باللہ) محمد ﷺ ہے۔(6) قادیانی چوں کہ خود کو رسالت مآب ﷺ کا بروز اور اصلِ روحِ محمد ﷺ قرار دیتا ہے اور اسی بنیاد پر رسالت مآب ﷺ کے خاتم الانبیا ہونے کو اپنے دعوائے نبوت میں حارج نہیں سمجھتا بل کہ بروزی طور پر خود کو بھی خاتم الانبیا قرار دیتا ہے، لہٰذا شیخ اعجاز کا یہ کہنا کہ ختم نبوت پر ایمان احمدیوں کے ایمان کا جزو ہے، ان ہی معانی میں درست ہے کہ احمدی بروزی نبی ہونے کی بنیاد پر مرزا قادیانی کو ذاتِ محمد ﷺ سے جدا نہیں سمجھتے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بروز کیا ہے؟ تاریخ اصولوں پر مرتب کی گئی لغت کے مطابق "بُروز" عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ، ب، ر، ز ہے اور اس کے معانی، کسی مخفی شے کے نظر آنے کے عمل یا کیفیت (7) اور عربی لغت "مصباح الغات"، میں، "بَرَزَ، بَرِزَ، بَرَزاً" کے تحت، گمنامی کے بعد مشہور ہونا، دیے گئے ہیں۔(8) تاریخی اصول پر مرتب کی گئی لغت میں لفظ بُروز کے معنی کی اسناد میں مولانا ظفر علی خان کی "بہارستان" سے یہ شعر دیا گیا ہے، "کچھ فرق بُروز اور تناسخ میں نہیں ہے / انکار ہو جن کو انھیں اقرار کرادوں"، اس شعر کے مطابق لفظ "بُروز"، "تناسخ" کا ہم معنی قرار پاتا ہے۔ اصطلاحی طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ کسی کامل شخصیت کا، اپنے ہر قسم کے ظاہری اور باطنی کمالات سمیت، کسی کم تر شخصیت میں ظاہر ہو کر اسے اپنے جیسا بنا لینا، "بُروز" کہلاتا ہے۔ کامل اور ناقص کی باطنی اور ظاہری صورت میں یکسانیت بھی بروزیت کا تسلیم شدہ عقیدہ ہے۔(9) اس تعریف کی روشنی میں تناسخ اور بروزیت کے فرق کو اس طرح واضح کیا جا سکتا ہے کہ تناسخ میں روح ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ جب کہ بروزیت میں کامل روح، ناقص روح پر تجلیات کر کے اسے اپنے جیسا بنا لیتی ہے۔ حتا کہ کامل اور ناقص میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

علامہ اقبال نے اپنے مضمون " قادیانی اور جمہور مسلمان" میں اس اصطلاح کا ماخذ ایران میں مجوسی علما کے اثرات کے تحت اٹھنے والی ملحدانہ تحریکوں کو قرار دیا ہے۔ علامہ کے مطابق بروز، حلول اور ظل کی اصطلاحات تناسخ کے تصور کو چھپانے کے لیے وضع کی گئیں تاکہ مسلمانوں کو ناگوار نہ گزریں۔ حتا کہ مسیح موعود کی اصطلاح بھی موبدانہ اثرات کا نتیجہ ہے۔ اسلامی تاریخ اور مذہب کے پہلے دور میں اس کا سراغ نہیں ملتا۔(10) اقبال آخر تک اس اصطلاح کے ماخذ کی کھوج میں رہے۔ " قادیانی مذہب" کا نسخہ موصول ہونے پر انھوں نے 27 مئی 1937ء کو ایک خط میں پروفیسر الیاس برنی کو تحریک دی کہ وہ بروزیت کے مسئلے کی تاریخی لحاظ سے تحقیق کریں کیوں کہ اس کی تاریخی تحقیق قادیانیت کے خاتمے کے لیے اہم کردار ادا کرے گی۔ اقبال نے اس خط میں اپنی معلومات کے مطابق بروز کی اصطلاح کو عجمی مسلمانوں کی ایجاد قرار دیا جس کی اصل آریائی ہے۔(11)

ڈاکٹر وحید عشرت نے اپنے ایک مضمون میں بروزیت کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "ابن عربی 'فصوص الحکم' میں لکھتا ہے کہ حضرت الیاس وہی ادریس ہیں اسے بروزی تناسخ کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بروز کا اصل ماخذ تناسخ کا قدیم نظریہ ہے۔"(12) وحید عشرت نے

مذکور الفاظ کے بعد "فصوص الحکم" مُترجمہ محمد عبد القدیر صدیقی، کا حوالہ دیا ہے۔ اس سے اشتباہ ہوتا ہے کہ بروز یا بروزی تناسخ کی اصطلاحات شیخ محی الدین ابنِ عربی نے استعمال کی ہیں۔ لیکن یہ ڈاکٹر صاحب کا اپنا اجتہاد ہے۔ "فصوص الحکم" کے متعلقہ حصے میں شیخ نے کہیں بروز یا بروزی تناسخ کے الفاظ استعمال نہیں کیے۔ اپنے باطنی مشاہدات کی بنا پر شیخ کا موقف ہے کہ الیاسؑ ہی ادریسؑ ہیں۔ حضرت ادریسؑ حضرت نوحؑ سے پہلے مبعوث ہوئے اللہ تعالیٰ نے انھیں بلند مکان پر اٹھالیا۔ الیاس ہی بعد میں ادریس کہلائے۔(13) شیخ کا اپنے باطنی مشاہدے کی بنا پر حضرت الیاسؑ کو حضرت ادریسؑ کہنا یا سمجھنا۔ تناسخ اور بروزیت سے علاحدہ مسئلہ ہے۔ شیخ کے اس بیان سے نہ تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت الیاسؑ اور حضرت ادریسؑ دو مختلف وجود ہیں جن میں سے ایک کی روح دوسرے میں حلول کر گئی ہے اور نہ ہی یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت الیاسؑ یا حضرت ادریسؑ میں سے کسی ایک نے دوسرے پر تجلی کر کے اسے اپنے جیسا بنالیا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ شیخ کو اپنے باطنی تجربات کی روشنی میں ایسا لگا کہ ایک نبی کو آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا اور دوبارہ ایک نئے نام سے مبعوث کیا گیا۔ اس بیان میں درج ذیل الفاظ قابلِ غور ہیں:

> "اللہ تعالیٰ نے مکان بلند پر اٹھالیا۔ وہ وسط افلاک یعنی فلک شمس میں ساکن ہیں۔۔۔ فلک سے نزول فرما کر قریہ بعلبک کی طرف مبعوث کیے گئے۔ الیاسؑ جو پھر ادریسؑ کہلائے۔۔۔ الخ"(14)

اسی بیان کو اپنی دانست میں وحید عشرت نے بروز اور بروزی تناسخ بنالیا ہے۔ شیخ کا باطنی مشاہدہ غلط ہوسکتا ہے۔ اسی لیے عام مسلمانوں کے لیے حجیت کا درجہ نہیں رکھتا۔ جہاں تک نبی کو بلند مقام پر اٹھانے کی بات ہے تو حضرت عیسیٰؑ کو سولی دینے کے یہودیوں کے دعوے کی نفی کرنے کے بعد سورۃ النساء کی آیت 158 میں درج ذیل الفاظ دیکھے جاسکتے ہیں۔

بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا(158)

ترجمہ: بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا(1) اور اللہ بڑا زبردست اور صاحبِ حکمت ہے۔(15)

درج بالا آیت میں "رفعہ اللہ" کے الفاظ سے عیاں ہے کہ نبیوں کو زندہ اٹھالینا اللہ تعالیٰ کی حکمتوں میں سے ایک حکمت ہے اور پر اکثر مفسرین کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر آٹھایا ہے اور وہ قیامت سے پہلے دوبارہ تشریف لائیں گے(16) اسی طرح حضرت ادریسؑ کے متعلق بھی قرآن کریم کے الفاظ ہیں:

وَٱذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ إِدۡرِيسَۚ إِنَّهُۥ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا(56) وَرَفَعۡنَٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا(57)

ترجمہ: اور اس کتاب میں ادریس(علیہ السلام) کا بھی ذکر کر، وہ بھی نیک کردار پیغمبر تھے۔ ہم نے انھیں بلند مقام پر اٹھالیا.(17)

درج بالا آیات سے متعلق مولانا مودودی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ادریسؑ کے نبی ہونے میں اختلاف ہے۔ کسی حدیث سے ان کی شخصیت کے تعین میں مدد نہیں ملتی۔ تاہم قرآن کریم سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ حضرت نوحؑ سے متقدم ہیں۔ مودودی نے بائبل سے روایات بھی دی ہیں جن کے مطابق بائبل میں حضرت ادریسؑ کو حنوک کہا گیا ہے اور تین سو برس تک زندہ رہنے کے بعد وہ غائب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ اٹھالیا۔ ورفعنا مکاناًعلیا کا مطلب مودودی نے حضرت ادریسؑ کو بلند مرتبہ عطا کیا جانا بیان کیا ہے۔ ان کے مطابق حضرت ادریسؑ کو زندہ اٹھالیے جانے کی بات مسلمانوں میں یہودی روایات سے آئی۔ بائبل میں حضرت ادریسؑ کے غائب ہونے اور زندہ اٹھالیے جانے کا ذکر ہے لیکن 'تلمود' میں آیا ہے کہ حنوک ایک آتشیں رتھ اور گھوڑوں سمیت آسمان میں چلے گئے۔(18) بعض مفسرین کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کی طرح حضرت ادریسؑ کا زندہ آسمان پر اٹھالیا جانا واضح نہیں ہے۔ ابنِ کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں حضرت ادریسؑ کے آسمان پر اٹھانے کی روایات امام ابن جریر کے حوالے سے بیان کی ہے لیکن وہ اسے اسرائیلیات میں سے قرار دیتے ہیں۔ ایک روایت انھوں نے یہ بھی بیان کی ہے: "مجاہد تو کہتے ہیں حضرت ادریسؑ آسمانوں پر چڑھا لیے گئے۔ آپ مرے نہیں بل کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح زندہ ہیں۔"(19) مسلمان مفسرین نے تورات و انجیل کی کئی روایات کو بیان کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آسمانی کتب ہیں۔ اگرچہ ان میں تحریف ہوئی ہے لیکن مکمل طور پر تحریف نہیں ہوئی۔ اس لیے مسلم مفسرین اپنے اجتہاد کے مطابق بعض روایات کو درست قرار دیتے ہیں۔ اس لیے صرف محی الدین ابن عربی کو متہم کرنا بھی درست نہیں۔ جب کہ وہ اپنے مشاہدات کے تسلیم کیے جانے کو کسی مسلمان کے لیے کفر اور اسلام کا مسئلہ بھی قرار نہیں دیتے۔

وحید عشرت ایک منجھے ہوئے محقق ہیں لیکن اس معاملے میں انھوں نے اقبال کی آڑ میں اپنے ذاتی نظریات کو بغیر کسی ٹھوس دلیل اور تجزیے کے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے صرف محی الدین عربی ہی نہیں بل کہ شیخ عبد القادر جیلانی، مولانا جامی، امام شعرانی اور مکتبِ تشیع پر بھی رکیک حملے کیے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہ تصوف کی اصطلاحات کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی قرآن کریم کے طرز گفتار سے واقف ہیں۔ ان کے تحقیق و تجزیے کا اندازہ درج ذیل بیان سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

> "ابنِ عربی نے اپنا مرتبہ نبی سے بھی بڑھالیا۔۔۔ مولانا جامی کے بقول خدا نے تنزل کر کے اپنی ذات اور اپنی الوہی طاقتوں کو حقیقتِ محمدیہ کے مظہر میں جمع کر دیا۔ اس لیے نبیوں کی ولایت کے اجرا سے مراد تکوینی نیابت ہے تا کہ ان کے ذریعے کائنات کا نظام چلتا رہے۔ یہ وہی تصور ہے جو روافض کے ہاں امامت کا ہے۔ دونوں کے نزدیک حقیقتِ محمدیہ ہر قسم کی نبوت تقسیم کرنے والی الوہیاتی توانائی (Divine Energy) ہے جس سے ہر قسم کی نبوت کا اجرا ہو سکتا ہے اور اس سے قایانی بروزی نبوت کا استخراج ہوا۔ یعنی ابنِ عربی (اہلِ سنت) نے امامت اور قادیانیت نے بروزی نبوت حاصل کی کیوں کہ ابنِ عربی کے نزدیک غیر تشریعی نبوت کا دروازہ ختم نبوت کے عقیدے سے بند نہیں ہوا۔ اسی نظریے کو اقبال نے ہدفِ تنقید بنایا۔"(20)

جب کہ علامہ اقبال نے محی الدین ابن عربی کے بارے میں نہرو کے نام قادیانیت کے حوالے سے لکھے گئے خط میں ابن عربی کو عظیم صوفی بزرگ((Great Muslim mystic) کہا ہے۔ اقبال نے بیان کیا ہے کہ ابن عربی کی سند پر یہ دعوا کیا جاتا ہے کہ ایک صوفی اپنے صوفیانہ مشاہدات میں شعورِ نبوت تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ اقبال نے علم نفسیات کی رو سے ذاتی طور پر اس موقف سے اختلاف کیا ہے۔ تاہم ان کا کہنا ہے کہ اس کو درست مان لیا جائے، تب بھی قادیانیوں نے اس موقف کو غلط سمجھا ہے۔ کیوں کہ محی الدین عربی اس تجربے کو کسی شخص کا ذاتی کمال قرار دیتے ہیں جس کے سبب کوئی ولی یہ دعوا نہیں کر سکتا کہ جو اس پر اعتقاد نہیں رکھتا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور شیخ کے مطابق ایک ہی ملک اور زمانے میں ایک سے زیادہ ولی ہو سکتے ہیں۔ شیخ کے تصور میں یہ بات غور کرنے کی ہے کہ ایک ولی اگرچہ شعورِ نبوت تک رسائی حاصل کر سکتا ہے لیکن اس کے تجربے کی سیاسی اور اجتماعی حیثیت نہیں ہے کہ وہ ایک نئی تنظیم کی صورت میں ظاہر ہو جس سے انکار مسلمانوں کے لیے کفر کا معیار بن جائے۔ اقبال مزید فرماتے ہیں:

> "I am convinced from a careful study of the relevant passages of the Futuhat that the great Spanish mystic is as firm a believer in the Finality of Muhammad(ﷺ) as an orthodox Muslim. And if he had seen in his mystical vision that one day in the East some Indian amateur in Sufism would seek to destroy the Holy Prophet's Finality under cover of his mystical Psychology, he would have certainly anticipated the Indian Uelma in warning the Muslim of the world against such traitors to Islam" (21)

اقبال نے ابن عربی کی تعلیمات کی تفہیم کے بعد ان کا دفاع کیا اور دیگر راسخ العقیدہ مسلمانوں کی طرح ختم نبوت پر یقین رکھنے والا قرار دیا ہے۔ وحید عشرت نے اقبال کے اس اقتباس کا حوالہ بھی دیا ہے لیکن تصوف کی اصطلاحات سے واقف نہ ہونے اور مخصوص نظریات کا حامل ہونے کی وجہ سے وہ ابن عربی کی تعلیمات کا درست تجزیہ نہیں کر سکے۔ یہی سلوک انھوں نے دیگر اولیا کے ساتھ بھی روا رکھا ہے۔ اقبال کی تحقیق کے مطابق ابن عربی ختم نبوت کے عقیدے پر راسخ العقیدہ مسلمانوں کی طرح قائم ہیں اور ان کی تعلیمات کی تفہیم قادیانیوں نے غلط طور پر کی ہے۔ لیکن وحید عشرت ابن عربی کے خلاف فیصلہ صادر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ابنِ عربی نے تشریعی اور غیر تشریعی میں نبوت کو تقسیم کر کے ختم نبوت کے عقیدے کا انکار کیا ہے اور اسے الجھا دیا ہے۔" (22) اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا مقصد اقبال کے افکار کی آڑ میں اپنے عقیدے کی غیر مدلل تبلیغ ہے۔

وحید اختر مزید فرماتے ہیں کہ ابن عربی نے جو سنی تھی نبوت سے ولایت کو الگ یا دوسرے لفظوں میں نبوت سے ولایت کا بروز کر کے ولایت کو نبوت سے افضل بنا دیا اسی طرح خلافت سے محرومی کے بعد شیعوں نے نبی پاک ﷺ کی نبوت سے امامت کا بروز کر کے اسے نبوت سے افضلیت عطا کر دی۔ کیوں کہ نبوت کا تعلق زمانے سے ہے اور امامت تا قیامت جاری رہے گی۔ (23) امامت، ولایت، نبوت وغیرہ تصوف میں اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو نبی اور رسول تھے امتحان کے بعد منصب امامت عطا فرمایا۔ سورہ بقرہ میں ہے:

وَإِذِ ٱبۡتَلَىٰٓ إِبۡرَٰهِـۧمَ رَبُّهُۥ بِكَلِمَٰتٖ فَأَتَمَّهُنَّۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامٗاۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِيۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِي ٱلظَّٰلِمِينَ(124)

ترجمہ: ابراہیم ﴿علیہ السلام﴾ کو ان کے رب نے کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنادوں گا، عرض کرنے لگے: اور میری اولاد کو، فرمایا میرا عہد ظالموں سے نہیں۔ (24)

درج بالا آیت میں ابرہیمؑ اسلام کو کڑی آزمائشوں کے بعد منصب امامت پر فائز کرنے کی نوید سنائی گئی ہے۔ ان میں سے ایک کڑی آزمائش ظاہر ہے حضرت اسماعیلؑ کو راہِ خدا میں قربان کرنے کی بھی تھی۔ یہ تمام آزمائشیں منصب نبوت عطا ہونے کے بعد ہوئیں۔ وحید عشرت صاحب مزید لکھتے ہیں: "اگر نبوت کی تقسیم و تشریح کا یہ در کھلا رہا تو اور بھی کئی نبوت کے دروازے کھل جائیں گے اور وحی و نبوت چیستان بن کر رہ جائے گی۔ اگر نبوت باقی ہے تو پھر اس کا مطلب ہے وحی بھی باقی ہے، جو اسلام کے عقیدے کے منافی ہے۔" (25) صوفیا کے ہاں وحی کی اصطلاح سے بھی موصوف پوری طرح ناواقف ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰؑ کی والدہ، حتا کہ شہد کی مکھی پر وحی نازل ہونے کا بھی ذکر ہے۔ متعلقہ آیات کے درج ذیل الفاظ دیکھیے:

وَأَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰٓ أُمِّ مُوسَىٰٓ أَنۡ أَرۡضِعِيهِۖ (26)

وَأَوۡحَىٰ رَبُّكَ إِلَى ٱلنَّحۡلِ (27)

آیات کے درج بالا الفاظ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وحی غیر نبی و رسول پر بھی نازل ہوتی ہے اور صرف انسانوں سے مخصوص نہیں ہے۔ شہد کی مکھی پر وحی کا نزول ثابت کرتا ہے کہ وحی کا سلسلہ بند نہیں ہوا۔ البتہ یہ واضح ہے کہ یہ وحی دوسروں کے لیے حجت نہیں ہے۔ علما اس قسم کی وحی کو الہام کہتے۔ اسی طرح رسول کے لفظ کا قرآنی استعمال دیکھیے۔ سورہ یوسف میں فرعون کے قاصد کو رسول کہا گیا ہے:

فَلَمَّا جَآءَهُ ٱلرَّسُولُ (28) ترجمہ: جب قاصد اس (یوسف) کے پاس آیا۔

ولی اور اولیاء کے الفاظ کا قرآنی استعمال بھی دیکھیے:

ٱللَّهُ وَلِيُّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ يُخۡرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِۖ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَوۡلِيَآؤُهُمُ ٱلطَّٰغُوتُ يُخۡرِجُونَهُم مِّنَ ٱلنُّورِ إِلَى ٱلظُّلُمَٰتِۗ (29)

آیت کے درج بالا ٹکرے میں ولی اور اولیاء کے دو الفاظ الگ الگ استعمال ہوئے ہیں۔ اولیاء ولی کی جمع ہے۔ ولی کی نسبت خدا نے خود اپنی طرف دی ہے اور اولیا کی نسبت شیاطین کی طرف ہے۔ غرض یہ کہ قرآن کریم میں ایک لفظ مختلف مفاہیم میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن کریم کی ایسے ہی الفاظ کو متصوفین نے اپنے مکاشفے اور مشاہدے کے اظہار کے لیے اصطلاحوں کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اس لیے محض الفاظ کے استعمال پر بغیر مفہوم کو سمجھے کسی کی گرفت نہیں کی جاسکتی۔ وحید عشرت الفاظ پکڑتے اور فتوے لگاتے ہیں اور آڑ اقبال کی لیتے ہیں۔ بروز پر بحث کرتے کرتے وہ وحدت الوجود کی طرف آجاتے ہیں اور انھوں نے جس قسم کی باتیں کی ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس فلسفے یا مسئلے کی ابجد سے بھی واقفیت نہیں رکھتے۔ ایک جگہ انھوں نے یہ تاثر دینے کے لیے کہ اقبال محی الدین عربی کی تعلیمات کو قرآنی تعلیمات سے متصادم سمجھتے تھے شاہ سلیمان پھلواری کے نام ان کے خط مرقومہ 24 فروری 1916ء کا حوالہ دیا ہے جس میں اقبال نے اس وقت اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ شیخ کی تعلیمات نہ تو قرآن کے مطابق ہیں اور نہ ہی کسی تاویل و تشریح سے اس کے مطابق ہو سکتی ہیں۔(30) لیکن وہ وحدت الوجود کے فلسفے کی خبر لیتے ہوئے یہ فراموش کر گئے کہ 2016ء میں اقبال نے محی الدین عربی کی کتب کا غائر مطالعہ نہیں کیا تھا اور نہ اقبال جنوری 1936ء میں نہرو کے مضمون کے جواب میں ابن عربی کا دفاع نہ کرتے اور انھیں عظیم صوفی بزرگ قرار نہ دیتے۔

درحقیقت اقبال کے معاملے میں ہوا یہ ہے کہ اکثر ماہرین اقبالیات کہلانے والوں نے اپنے اپنے نظریات اقبال پر ٹھونسنے کی کوشش کی ہے۔ اقبال مصلحین کی آمد اور الہام کے امکانات سے انکار نہیں کرتے۔ ان سے جب اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے اپنے تشکیل جدید میں شامل اپنے خطبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں کہ عقل جذبات کی تابع ہو جائے۔ اس عقیدے کی افادیت یہ ہے کہ اس سے باطنی واردات کو تنقید کی آزادی مل جاتی ہے۔ باطنی واردات خواہ وہ کتنی ہی غیر فطری اور غیر معمولی ہو مسلمان کے لیے فطری تجربہ ہوتی ہے جس پر دوسرے تجربوں کی طرح تنقید کی جاسکتی ہے۔ اسلام میں تصوف کا یہی منصب ہے کہ وہ ان باطنی وارداتوں کو منظم کرے۔(31) تشکیل جدید ہی میں اسلامی ثقافت کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے پیغمبرانہ ادراک اور صوفیانہ شعور کو واضح کیا ہے۔ انھوں نے عبد القدوس گنگوہی کو

جلد04، شمارہ01، جون 2023

عظیم مسلم صوفی قرار دیتے ہوئے ان کا اقتباس تحریر کیا ہے جس کے مطابق گنگوہی نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ آسمان پر تشریف لے جا کر واپس پلٹ آئے میں کبھی واپس نہ آتا۔ اقبال اس جملے کو صوفیانہ شعور اور پیغمبرانہ ادراک کے مابین فرق جاننے کی بہترین مثال قرار دیتے ہیں۔ اقبال کا کہنا ہے کہ صوفی واپس لوٹتا ہے تو اس کی واپسی بنی نوع انسان کے لیے کوئی بڑا مفہوم نہیں رکھتی جب کہ پیغمبر کی واپسی تخلیقی ہوتی ہے۔ اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا تجربہ ایک زندہ عالم گیر قوت میں تبدیل ہو جائے۔ اقبال نبی کو بھی ایسا صوفیانہ شعور قرار دیتے ہیں جس میں وصل کا تجربہ اپنی حدود سے تجاوز کر کے ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتا ہے جن میں اجتماعی زندگی کی قوتوں نئی زندگی اور تازہ رخ دے سکے۔(32) علامہ مزید فرماتے ہیں:

"اس صورتِ حال کا یہ ہر گز مطلب نہیں کہ شعورِ ولایت جو کیفیت کے اعتبار سے نبی کے تجربے سے کوئی زیادہ مختلف نہیں، اب ایک موثر قوت کے طور پر ختم ہو گیا ہے۔۔۔ ختم نبوت کا یہ مطلب ہر گز نہ لیا جائے کہ زندگی کی حتمی تقدیر یہ ہے کہ عقل مکمل طور پر جذبات کی جگہ لے لے۔ تصورِ ختم نبوت کی عقلی اہمیت یہ تقاضا کرتی ہے کہ صوفیانہ تجربے کے بارے میں ایک آزادنہ تنقیدی رویے کو پروان چڑھایا جائے کیوں کہ انسانی فکر کی تاریخ میں اب ہر قسم کا شخصی تحکم جو کسی مافوق الفطرت سرچشمے کا دعوا کرتا ہے ختم ہو چکا ہے۔ ختم نبوت کا عقیدہ ایک نفسیاتی قوت ہے جو ایسے تحکم کی نفی کرتی ہے۔ اس تصور کا وظیفہ انسان کے باطنی تجربے کی حدود میں تازہ مظاہر علم کا در کھولنا ہے۔"(33)

اقبال نے قادیانیت کا ارتداد جذباتی نہیں ٹھوس علمی دلائل کی بنیاد پر کیا ہے۔ اسی مضمون میں جو نہرو کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ انھوں نے آغاخانیوں کا دفاع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پنڈت نہرو قادیانیوں اور آغاخانیوں کو ایک ہی زمرے میں رکھتے ہیں۔ انھیں یہ معلوم نہیں کہ اسماعیلیوں کی دینی تاویلیں جتنی بھی غلط ہوں اس کے باوجود وہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسماعیلی امامت کے قائل ہیں مگر ان کے نزدیک امام پر وحی نازل نہیں ہوتی وہ امام کو قانون کو مفسر سمجھتے ہیں۔ اقبال نے 12 مارچ 1934ء میں سر آغاخان کے اپنے پیروکاروں کے نام "اسٹار' الہٰ آباد میں شائع ہونے والے پیغام کا اقتباس بھی تحریر کیا جس کے مطابق آغاخان نے اپنے پیروکاروں کو اللہ کی وحدانیت، قرآن کے کتاب اللہ ہونے، ختمی مرتب ﷺ کی رسالت اور کعبے کو قبلہ تسلیم کرنے پر گواہ کیا اور انھیں نصیحت کی تم مسلمان ہو، مسلمانوں کے ساتھ رہ کر زندگی بسر کرو، اسلام علیکم کہہ کر مسلمانوں سے ملو، ان کے ساتھ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھو، روزوں کی پابندی کرو، اسلامی قانون کے مطابق شادیاں کرو، بچوں کے نام اسلامی رکھو اور تمام مسلمانوں سے اپنے بھائیوں جیسا برتاؤ کرو۔ اس بیان کے بعد علامہ نے نہرو سے سوال کیا ہے کہ کیا سر آغاخان اسلامی وحدت کی نمائندگی کر رہے ہیں یا نہیں؟(34)

مرزا غلام احمد قادیانی کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کی بڑی واضح دلیل اقبال کے پاس موجود تھی جو انھوں نے اخبار اسٹیٹس مین کو ایک ایک خط کے ذریعے 10 جون 1935ء کو دی۔ علامہ نے لکھا کہ قادیانی نے ملتِ اسلامیہ کو سڑے ہوئے اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے تشبیہ دی۔ وہ اپنے پیروکاروں کو مسلمانوں سے ملنے جلنے سے اجتناب کا حکم دیتا ہے۔ اسلام کے بنیادی اصولوں سے انکار، مسلمانوں کے ساتھ نماز قائم کرنے، نکاح وغیرہ کے معاملات کا بائیکاٹ اپنی جماعت کا نیا نام احمدی رکھنا اور تمام دنیائے اسلام کو کافر قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسلام سے اس سے کہیں زیادہ دور ہیں جتنے سکھ ہندوؤں سے ہیں کیوں کہ سکھ ہندوؤں میں شادیاں کرتے ہیں۔(35) اقبال کے اپنے بیان کے مطابق وہ ذاتی طور پر وہ اس تحریک سے اس وقت بے زار ہوئے جب مرزا نے رسول ﷺ کی رسالت سے برتر رسالت کا دعوا کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور انھوں نے اس تحریک کے ایک کارکن سے آں حضرت ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ سنے۔(36)

مرزا قادیانی نے اپنی نبوت کے لیے ایک استدلال یہ بھی پیش کیا کہ پیغمبر اسلام کی روحانیت اور پیغمبر خیز قوت کا تقاضا ہے کہ وہ دوسرا نبی پیدا کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو پیغمبر ﷺ کی روحانی قوت نامکمل رہ جائے گی۔ اقبال یہاں نکتہ اٹھاتے ہیں کہ اس سے اگر پوچھا جائے کہ کیا نبی کی روحانی قوت ایک سے زیادہ نبی پیدا کر سکتی ہے تو اس کا جواب نفی میں ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں نبی کی تخلیقی قوت صرف ایک ہی نبی پیدا کر سکتی ہے جو احمدیت کا بانی ہے۔ اب اپنی نبوت کی سچائی ثابت کرنے کے لیے وہ بروزیت کا سہارا لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں پیغمبرِ اسلام ﷺ کا بروز ہوں اور ظل چوں کہ اصل سے جدا نہیں ہوتا اس لیے میرا خاتم النبیین ہونا آں حضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ہے۔ یہاں اقبال دلیل دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اپنی ختم نبوت کو آں حضرت ﷺ کی ختم نبوت کے مماثل قرار دے کر ختم نبوت کے زمانی تصور کو فراموش کر دیا ہے۔ اقبال کے مطابق بروز کے لفظ کو اگر مکمل مشابہت کے معنوں میں بھی مان لیا جائے تب بھی اس سے مرزا قادیانی کی مراد پوری نہیں ہوتی۔ کیوں کہ بروز ہمیشہ اس چیز سے الگ ہوتا ہے جس کا یہ بروز ہوتا ہے۔ صرف اوتار کے معانی میں مرزا کی مراد پوری ہو سکتی ہے کیوں کہ اوتار ہی کے معنوں میں بروز اور اس شے میں عینیت ہو سکتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگر بروز سے روحانی صفات کی مشابہت مراد لیں تو مرزا کی دلیل بے اثر ہے اور آریائی مفہوم میں اصل شے کا اوتار سمجھیں تو یہ دلیل قابلِ قبول ہو سکتی ہے مگر تناسخ کا تصور مجوسی اور غیر اسلامی ہے۔(37)

غرض یہ کہ اقبال علمی بنیادوں پر قادیانیت کے ارتداد کے لیے دلائل پیش کرتے رہے۔ اقبال کے خیال میں قادیانیت الہیاتی مسئلے سے کہیں زیادہ نفسیاتی اور سیاسی مسئلہ تھا۔ اقبال کا خیال ہے کہ علمائے ہند نے اس تحریک کو دینیاتی سمجھا اور دینیاتی طریقے سے اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی جو کہ کامیاب نہیں ہوئی۔ اگر اس تحریک کے بانی کے الہامات کی تحلیل و تجزیے کا کام کیا جائے تو اس کی شخصیت اور باطنی زندگی کو نفسیاتی طور پر بے نقاب کیا جا سکتا ہے۔ اگر نفسیات کا کوئی طالب علم قرآن کو معیار قرار دے کر اپنے مطالعے کو بانی احمدیت کے ساتھ اس کے معاصر غیر مسلم صوفیا

جیسا کہ رام کرشنا بنگالی کے تجربوں تک وسیع کرے تو اس کو اس تجربے کی ماہیت کے بارے میں خاصی حیرت ہو گی جس کی بنا پر مرزا نے نبوت کا دعوا کیا ہے۔(38) حتیٰ کہ علامہ خود بھی آخر تک لفظ بروزیت کی تہ تک پہنچنے کی کھوج میں رہے27۔ مئی 1937ء میں انھوں نے الیاس برنی کو اسی لیے لفظ "بروز" کی تحقیق کے لیے رغبت دلائی تا کہ قادیانیوں کے پاس کسی صوفیانہ اصطلاح کی آڑ میں کوئی چور راستہ موجود نہ رہے۔(39) لیکن اس خط سے یہ طے ہے کہ لفظ "بروز" کے متعلق 1937ء تک بھی اقبال حتمی طور پر کسی نتیجے تک نہیں پہنچے تھے۔ انھوں نے منطقی طور پر اس لفظ کا محاسبہ کیا اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ یہ لفظ آرین ہے اور عجمی مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ابن عربی کا دفاع بھی کیا جن کے تصورات سے بروزیت کے مسئلے کی غلط طور پر تفہیم کی گئی ہے۔ لہٰذا صرف اس لفظ کو ہتھیار بنا کر بغیر کسی دلیل کے، اقبال کی آڑ میں مسلمان صوفیا اور مکاتب فکر کو متہم کرنا کسی صورت بھی جائز اور درست نہیں ہے۔

حوالے/حواشی

1۔مرزا قادیانی نے "روحانی خزائن" کے دیباچے میں مسیح موعود اور عقیدہ مہدویت پر تنقید کرتے ہوئے مسلمانوں اور عیسائیوں کو ہدفِ تنقید بنایا ہے۔خاص طور پر مسلمانوں کے حوالے سے اس کا کہنا ہے کہ مسلمان ایسے خونی مسیحؑ اور خونی مہدیؑ (نعوذ باللہ) کے انتظار میں ہیں جو دوسری قوموں کے افراد کو قتل کریں گے اور جبراً مسلمان بنائیں گے۔مسلمان مولوی سمجھتے ہیں کہ مہدیؑ کی لڑائیوں سے انھیں اتنا مال ملے گا کہ وہ اسے سنبھال نہیں سکیں گے اور جو اس عقیدے کے خلاف بات کرے اسے کافر سمجھتے ہیں اور میں بھی چوں کہ اس عقیدے کا مخالف ہوں اس لیے ان کی نظروں میں کافر ہوں۔وہ لکھتا ہے کہ "میں نے خداے تعالیٰ سے الہام پا کر اس بات کا عام طور پر اعلان کیا ہے کہ وہ حقیقی اور واقعی مسیح موعود جو،وہی در حقیقت مہدیؑ بھی ہے جس کے آنے کی بشارت انجیل اور قرآن میں پائی جاتی ہے اور احادیث میں بھی اس کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے،وہ میں ہی ہوں مگر بغیر تلواروں اور بندوقوں کے۔"(روحانی خزائن" جلد15، کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن، ربوہ، 2008ء ص:13)

2۔اقبال، خطبہ "ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر"، مترجم مولانا ظفر علی خان، ص:18

https://www.rekhta.org/ebooks/millat-e-baiza-par-ek-imrani-nazar-allama-iqbal-ebooks-1،
بتاریخ 30 اگست/2022ء بہ روز، منگل، 12:31 دوپہر

3۔اس خطبے میں علامہ اقبال کے الفاظ "پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہء قادیانیت کہتے ہیں "بعد کی اشاعتوں میں حذف کر دیے گئے ہیں۔حتا کہ اقبال اکادمی سے شائع ہونے والے اصل انگریزی متن سے بھی اس جملے کو نکال دیا گیا ہے۔یہ بات دیانت داری کے خلاف ہے۔

4۔ہفتہ وار قادیانی اخبار سن رائز میں شائع ہونے والے ایک خط میں مذکور خطبے کا حوالہ دے کر اقبال پر تناقص کا الزام لگا کر کہا گیا کہ اقبال پہلے قادیانیت کو ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ قرار دیتے تھے۔اس پر علامہ نے جواب دیا کہ ربع صدی پہلے مجھے اس تحریک سے اچھے نتائج کی امید تھی لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں ظاہر نہیں ہوتی۔اسے نمایاں ہونے کے لیے کئی برس لگ جاتے ہیں۔مجھے اس تحریک سے اس وقت بے زاری ہوئی جب حضور ﷺ کی نبوت سے برتر ایک نبوت کا دعوا کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔میں نے اس جماعت کے ایک آدمی کو حضور ﷺ

کی شان میں نازیبا کلمات کہتے ہوئے سنا تو یہ بے زاری بغاوت میں بدل گئی۔ کسی درخت کو جڑ سے نہیں پہچانا جا سکتا۔ اس لیے میرے رویے میں اگر کوئی تناقص ہے بھی تو رائے کی تبدیلی ایک زندہ اور سوچنے والے شخص کا حق ہے۔("حرف اقبال، مرتبہ لطیف احمد شروانی، المنار اکادمی، لاہور، نومبر 1945ء، ص:131-132)

5۔ اعجاز احمد، "مظلوم اقبال"، (کراچی: شیخ شوکت علی پرنٹرز، 1985ء)، ص:208

6۔ قادیانی، غلام احمد، مرزا، "روحانی خزائن" جلد18 (ربوہ پاکستان: کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن، 2008ء)، ص:212

7۔ اردو لغت، تاریخی اصول پر http://udb.gov.pk/result_details.php?word=30892، بتاریخ، یکم ستمبر 2022 بروز جمعرات، 2:24، دن

8۔ عبد الحفیظ بلیلاوی، ابو الفضل، مولانا، "مصباح الغات"، (کراچی: دار الاشاعت۔ سن ندارد)

9۔ "تسہیلِ خطباتِ اقبال"، مرتبہ، شعبہ اقبالیات (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اشاعت دوم، 1997ء)، ص:219

10۔ شروانی، لطیف احمد، اسپیچز، رائٹنگز اینڈ اسٹیٹمنٹس آف اقبال (Speeches, Writings and Statements of Iqbal)، (Lahore: Iqbal Academy, 3rd edition, 1977), Page: 163

11۔ اقبال، "کلیاتِ مکاتیبِ اقبال" مرتب، سید مظفر حسین برنی، جلد4 (جہلم: بک کارنر، فروری/2016ء)، ص:474

12۔ عشرت، وحید، ڈاکٹر، مضمون "اقبال اور مسئلہء بروزیت"، مشمولہ "اقبال فلسفیانہ تناظر میں" (لاہور: ادارہ مطبوعاتِ سلیمانی، مارچ2009ء)، ص:216-217

13۔ ابن عربی، محی الدین، "فصوص الحکم" ترجمہ، محمد عبد القدیر صدیقی، ص:363

https://www.rekhta.org/ebooks/fusoos-ul-hukm-shaikh-akbar-mahiuddin-ebooks، بتاریخ 9 ستمبر، بروز بدھ، 12 بجے دن

14۔ ایضاً

15۔ القرآن،4/158

16۔ مولانا مودودی نے "تفہیم القران" کی جلد اول میں اس آیت کی تفسیر بیان کی ہے۔ مودودی کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کے جسم سمیت زندہ اٹھائے جانے کا عقیدہ عیسائیوں میں پہلے سے موجود تھا اور قرآن کریم نے اس کی صاف تردید نہیں کی بل کہ بعینہٖ رفع کا لفظ استعمال کیا۔ قرآن کریم کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ کسی واقعے کی تردید کرے اور پھر ایسی زبان استعمال کرے جس سے اس خیال کو مزید تقویت ملتی ہو۔ (تفہیم القران، جلد اول، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ص:420)

17۔ القرآن،19/57-58

18۔ مودودی، ابوالعلیٰ، مولانا، "تفہیم القران" جلد، سوم، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن ندارد)، ص:73-74

19۔ ابن کثیر، تفسیر ابنِ کثیر، جلد سوم، ص35

https://ishaatulhadith.com/books/pdf/Tafseer-Ibn-Kaseer-3/، 19ستمبر، بروز، جمعرات، دن11:45

20۔ عشرت، وحید، ڈاکٹر، مضمون "اقبال اور مسئلہ ءبروزیت"، ص:232-233

21۔ شروانی، لطیف احمد، اسپیچز، رائٹنگز اینڈ اسٹیٹمنٹس آف اقبال، ص:184

22۔ عشرت، وحید، ڈاکٹر، مضمون "اقبال اور مسئلہ ءبروزیت"، ص:227۔228

23۔ ایضاً، ص:230

24۔ القرآن،2/124

25۔۔ عشرت، وحید، ڈاکٹر، ص:228

26۔ القرآن،28/7

27۔ ایضاً،16/68

28۔ ایضاً،12/50

29۔ ایضاً،2/255

30۔ عشرت،وحید،ص:233

31۔ شروانی،لطیف احمد،اسپیچز،رائٹنگز اینڈ اسٹیٹمنٹس آف اقبال،ص:169۔170

32۔ اقبال، مضمون "مسلم ثقافت کی روح"مشمولہ،'تجدیدِ فکریاتِ اسلام" مترجم ڈاکٹر وحید عشرت(لاہور: اقبال اکادمی پاکستان،2002ء)،ص:153-154

33۔ ایضاً،ص:155۔156

34۔ شروانی،لطیف احمد،اسپیچز،رائٹنگز اینڈ اسٹیٹمنٹس آف اقبال،ص:199

35۔ ایضاً،ص:172۔173

36۔ ایضاً،169

37۔ ایضاً،183۔184

38۔ ایضاً،ص:185

39۔ اقبال،"کلیاتِ مکاتیبِ اقبال" جلد4،ص:474